قسط ۲

وحی نبوّت کے تصور میں

سرسید اور مولانا آزاد کا اختلاف

اخلاق حسین قاسمی دہلوی

مولانا آزاد وحی الٰہی اور نبوت کی اہمیت و ضرورت پر زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اچھا اگر خدا کی ربوبیت (پرورش) کے لیے ضروری تھا کہ وہ ہمیں وجدان کے ساتھ حواس بھی دے کیونکہ وجدان کی ہدایت ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھ سکتی اور اگر ضروری تھا کہ حواس کے ساتھ عقل بھی دے کیونکہ حواس کی ہدایت بھی ایک حد سے آگے نہیں بڑھ سکتی تو کیا ضروری نہ تھا کہ عقل کے ساتھ کچھ اور بھی دے کیونکہ عقل کی ہدایت بھی ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اور اعمال کی درستگی انضباط کیلیے کافی نہیں (یعنی انسانی زندگی کو درست کر کے اسے ایک ضابطہ اور نظام کے تحت لانے کے لیے عقل کی ہدایت کافی نہیں)

قرآن کہتا ہے کہ ضروری تھا اور اسی لیے اللہ کی ربوبیت نے انسان کے لیے ایک چوتھے مرتبۂ ہدایت کا بھی سامان کر دیا۔ یہی مرتبہ ہدایت ہے جسے وہ وحیٔ نبوت کی ہدایت سے تعبیر کرتا ہے۔

چنانچہ اس سلسلے میں وہ اللہ کی ایک خاص ہدایت کا ذکر کرتا ہے اور اسے الھدیٰ کے نام سے پکارتا ہے یعنی الف لام تعریف کے ساتھ

قل انّ ھدی اللہ ھو الھدیٰ — اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے کہہ دو، یقیناً اللہ کی ہدایت ہی الھدیٰ انسان کے لیے حقیقی ہدایت ہے

(ترجمان جلد ۱ صفحہ ۱۲۵ تا ۱۲۷)

مولانا آزاد نے وحی کے عام مفہوم اور اس کے اصطلاحی شرعی مفہوم کے درمیان واضح خط کھینچ کر شرعی مفہوم کی اہمیت و ضرورت کو واضح کیا ہے ـــ اور دوسرے مفکرین کے ہاں وحی کے مفہوم عام پر اتنا زور دیا گیا ہے کہ وحی شرعی کی اہمیت ختم ہو کر رہ گئی ہے۔

مولانا آزاد کو ان مذکورہ آیات کی تشریح تک پہنچنے کا موقع نہیں ملا جن آیات میں خاص طور پر خدا تعالیٰ نے وحی کی حقیقت اور اس کے نزول کی کیفیت پر روشنی ڈالی ہے۔ البتہ اختصار اور اجمال کے ساتھ جن آیات میں کلام الٰہی کے نازل ہونے کا ذکر ہے مولانا نے ان آیات کی وہی تشریح کی ہے جو جمہور علماء امت سے منقول ہے۔

(البقرہ آیت ۲۱) وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا الخ

ترجمہ فرماتے ہیں: اور دیکھو! اگر تمہیں اس کلام کی سچائی میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر یعنی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے اور تم خیال کرتے ہو کہ یہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے یا تمہیں رسالت و وحی سے انکار ہے تو اس کا فیصلہ بہت آسان ہے۔ اگر یہ محض انسانی دماغ کی بناوٹ ہے تو تم بھی انسان ہو، زیادہ نہیں، اس کی سی ایک سورت ہی بنا لاؤ۔ (اول ۱۰۱)

اسی سورہ کی آیت (۹۱) قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ الخ کی ترجمانی کرتے ہیں۔

اے پیغمبر! یہ اللہ کا کلام ہے جو جبریل نے اس کے حکم سے تمہارے قلب میں اتارا ہے اور یہ اس کلام کی تصدیق کرتا ہوا آیا ہے جو اس سے پہلے نازل ہو چکا ہے۔ (جلد اول ۲۰۱)

ان تشریحات کے بعد مولانا آزاد کے تصور وحی کو سرسید کے تصور کے مطابق

قرار دیا اور مولانا کی تشریحات کو ادھورا نقل کرنا مولانا آزاد کے ساتھ زیادتی نہیں تو کیا ہے؟

اس سے اندازہ لگانا آسان ہے کہ مولانا آزاد کے دینی افکار کو مجروح کرنے اور انہیں بدنام کرنے کی کوشش کس کس سطح اور کن کن گوشوں سے کی گئی ہے۔

مولانا آزاد نے سورۂ یونس صفحہ (۱۷۹) میں ان قدیم مفسرین سے بھی شکایت کی ہے جنہوں نے ہر مقام پر ہدایت سے ہدایت وحی مراد لے کر آیات قرآنی کے صحیح مطالب سے دوری اختیار کر لی ہے۔ لکھتے ہیں:

سورۂ یونس آیت (۳۵) میں ہدایت اور حق کے الفاظ آتے ہیں۔ اس لئے مفسرین نے خیال کیا کہ ہدایت سے مقصود ہدایت وحی ہے اور حق سے مقصود دین حق ہے اور فارسی اور اردو مترجمین نے بھی انہی کی پیروی کی: نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن کے استدلال کی ساری حقیقت مفقود ہو گئی اور آیت کا مطلب کچھ سے کچھ ہو گیا، اس طرح کے تمام مقامات دیکھ کر سخت حیرانی ہوتی ہے کہ متاخرین کا معیار نظر و مطالعہ اتنا پست کیوں ہو گیا تھا کہ قرآن کے صاف اور صریح مطالب سے بھی آشنا نہ ہو سکے؟ (دوم ۱۷۹)

اس طرح مولانا آزاد نے قرآنی سیاق و سباق اور موقع و محل کی رعایت سے ہر مقام پر ہدایت اور حق کے الفاظ کا وہی مفہوم و مطلب اختیار کیا ہے جو کلام الٰہی کی اصلی مراد ہے۔

ڈاکٹر رضی کے نزدیک وحی کی تشریح میں علامہ اقبال نے جس دقت نظر اور فکر بلند کا ثبوت دیا ہے وہ عالم اسلامی کا گرانقدر سرمایہ ہے اور وہ یہ ہے:

" قرآن مجید نے لفظ وحی کا استعمال جن معنوں میں کیا ہے ان سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ وحی خاصۂ حیات ہے اور ایسا ہی عام جیسے زندگی ___ یہ دوسری بات ہے کہ جوں جوں اس کا گذر مختلف مراحل سے ہوتا ہے یا یوں کہیئے کہ جیسے جیسے وہ ارتقا اور نشوونما حاصل کرتی ہے ویسے ہی اس کی ماہیت اور نوعیت بھی بدلتی رہتی ہے ۔ یہ کسی پودے کا زمین کی پہنائیوں میں آزادانہ سر نکالنا ___ یہ کسی حیوان میں ایک نئے ماحول کے مطابق کسی نئے عضو کا نشوونما ___ یہ انسان کا خود اپنی ذات اور وجود میں زندگی کی گہرائیوں سے نور اور روشنی حاصل کرنا ___ یہ سب وحی کی مختلف شکلیں ہیں ۔ (نقد ص ۴۴ بحوالہ خطبات اقبال)

ڈاکٹر اقبال کا وحی نبوت کے بارے میں واضح تصور کیا ہے ___ ؟ ہمیں اس سے بحث نہیں، رضی الدین صاحب نے جو اقتباس دیا ہے اس میں علامہ نے وحی الہام کی عمومی شکل ہی کو پوری اہمیت دی ہے اور وحی نبوت کا وہ تصور جو جمہور علماء اسلام کے ہاں ملتا ہے ۔ اس کی طرف کوئی اشارہ اس میں نہیں کیا گیا اور اس لحاظ سے علامہ اقبال کا تصور سرسید مرحوم سے مل جاتا ہے ۔

اور ایک ترقی پسند ناقد کی حیثیت سے رضی الدین صاحب اس تصور کو فکر بلند کہہ سکتے تھے ۔

ایک منکر نبوت یہی کہتا ہے کہ انسان جب اپنی ذات اور اپنے وجود کی گہرائیوں میں پہنچ کر غور کرتا ہے تو اسے زندگی کے لئے نور اور روشنی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کے بعد اسے نور نبوت سے استفادہ کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی ۔

وحی کے بارے میں سرسید نے جو تصور پیش کیا وہ اس جدید علم کلام کا ایک نمونہ ہے جس کی دعوت و ترغیب سرسید کا مشن تھا ___ اور مولانا آزاد سرے سے

علم کلام جدید کی اس دعوت کے شدید مخالف تھے۔

شیخ محمد اکرام نے موج کوثر میں سرسید اور مولانا آزاد کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے بالکل صحیح لکھا ہے:

"سرسید اور ان کے کاموں کی سب سے مکمل اور کامیاب مخالفت ایک قابل مگر پرجوش نوجوان نے کی جس نے اپنی زندگی کا ایک اہم حصہ شبلی کی صحبت میں گزارا تھا اور جسے طبعاً سرسید سے علامہ شبلی کے مقابلہ میں کہیں زیادہ حقیقی اختلافات تھے۔ یہ نوجوان جو آگے چل کر مولانا ابوالکلام آزاد کے نام سے مشہور ہوا۔ علمی فتوحات میں اپنے استاد علامہ شبلیؒ کو نہیں پہنچا لیکن ہماری مذہبی علمی، اور اجتماعی زندگی پر اس کا اثر فوری اور غیر معمولی تھا۔" (صفحہ ۲۸۰)

ڈاکٹر رضی مولانا کی اس مخالفت کو مولانا کی فطری انتہا پسندی قرار دے کر اس خالص علمی اور اعتقادی اختلاف کی اہمیت کو کم کرنا چاہتے ہیں لیکن مولانا خود اس کی وضاحت کرتے ہیں:۔

"پھر کہتا ہوں کہ یہ بات تمہارے کانوں کے لئے بالکل نئی اور بہت ہی تعجب انگیز ہوگی مگر یاد رکھو کہ تمام عواکف (مساعی) متکلمین فلسفہ قدیمہ کے مقابلہ میں ناکام رہے تھے اور آج نام نہاد فلسفہ جدیدہ کے مقابلہ میں بھی اسی طرح ناکام رہیں گے ـــــ اس وقت صرف اصحاب حدیث (محدثین کرام اور طریق سلف (سلف صالحین کے متبعین) کامیاب اور منصور ہوئے تھے اور آج بھی میدان میں بازی انہی کے ہاتھ ہے ـــــ فقہا و متکلمین میں سے آج تک کوئی اس میدان کا مرد نہیں اٹھا۔

(بحوالہ تذکرہ ۲۳۱)